ذکر اور دعا ذہنی سکون کے ذرائع: اردو تفاسیر کے تناظر میں موضوعاتی مطالعہ

محمد اکرم ہریری *
محمد سہیل **

Abstract

The teachings of Quran & Sunnah tell us that Allah Al-Mighty loves the persons who always remember and pray to him. The concept of remembering to Allah and beg from Him in prayers at every moment is according to the nature. As a matter of fact, the acceptance of Dua is only possible on remembering to Allah Al-Mighty. All the human beings commit the sins in one form or the other. However, the countless mercy of Allah is showered upon the persons in the shape of "remembering to Allah (Zikr)" or Pray to Allah (Dua). The concept of Zikr gives a new life into the sinful soul of human being. The Dua is the source to seek mercy and reward of Allah Al-Mighty revitalizes the enthusiasm of worship in the Muslim. The exercise of Zikr and concept of acceptance of Dua provide the peace of mind, consolation and satisfaction of heart to the Muslims. The Zikr and Dua enable him to reconnect himself to his Lord. Once a person who is bestowed his reward by Allah Al-Mighty, he feels complete tranquility in his mind & heart. This article will investigate the multiple verses of Quran & Prophetic Sunnah concerning the Ziker and Duas, and how it helps us to get the peace of mind and attain satisfaction of heart.

KEYWORDS: Quran, Pray, Zikr, Dua, Mind Satisfaction.

اللہ کریم نے انسان کو ہر مشکل سے نکلنے کے لیے رہنمائی فرمائی ہے۔ دنیا کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت ذہنی سکون کا ملنا ہے۔ انسان کے پاس کچھ بھی نہیں، ذہنی سکون اور اطمینان قلب ہے تو سب کچھ ہے۔ اور سب کچھ

---

* محمد اکرم ہریری، ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونی آف ملایا، ملائشیا۔
** محمد سہیل، ایم۔فل، (اصول دین) انٹرنیشنل اسلامک یونی ورسٹی اسلام آباد، اسلام آباد۔

ہونے کے باوجود ذہنی اطمینان نہیں تو اس کی زندگی اجیرن ہے۔ قرآنی مطالعے کے بعد بہت سی چیزیں ملتی ہیں جن سے ذہنی سکون حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ان میں سے اللہ کریم کا کثرت سے ذکر، ضرورت کے ہوتے ہوئے یا بغیر ضرورت اللہ تعالیٰ کے سامنے دست دعا دراز کیے رکھنا اور زندگی کے اس میلے میں ہونے والی خطاوں پہ اس مالک ارض و سماء سے معافی کا مسلسل طلب گار رہنا ایسے پسندیدہ افعال ہیں جن سے اللہ کریم نہ صرف راضی ہوتا ہے بلکہ اپنے بندوں کو مکمل ذہنی سکون اور اطمینان بھی عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر وہ نعمت ہے کہ مومن کے لیے اس سے بڑھ کر سعادت اور حلاوت والی چیز نہیں ہو سکتی۔ ذکر اللہ سے ایمان کی تازگی' بندگی کی رونق' حق تعالیٰ کے انعامات اور خیر و برکات حاصل ہوتے ہیں۔ ذکر انسان کی ایسی خوشی ہے جو بقاء روح کے ساتھ وابسطہ ہے۔ جسم کی تمام خوبصورتی' رعنائی اور جسم کے تمام احساسات صرف روح کے ساتھ وابسطہ ہیں۔ اگر ایک لمحہ کے لیے جسم سے روح کو علیحدہ کر دیا جائے تو تمام احساسات مردہ ہو جائیں گے اور ساری خوبصورتی اور رعنائی نیست و نابود ہو جائیگی۔

اسی طرح روح کے لیے بھی ایک روح ہے جس کے ساتھ انسانی روح کی بقا ہے۔ وہ روح اس روح سے بھی زیادہ لطیف اور نورانی ہے اگر اس کو ایک لمحہ کے لیے انسانی روح سے جدا کر دیا جائے تو انسانی روح فنا ہو جاتی ہے، اس کی تمام لطافت اور روحانیت ذائل ہو جاتی ہے۔ وہ روح جس کے ساتھ روح انسانی کی بقا ہے وہ ذکر اللہ ہے۔ جو قلب ذکر الٰہی سے غافل ہے، در حقیقت اس کی روح مردہ ہو چکی ہے، احساسات روحانی فنا ہو چکے ہیں، روح کی نورانیت باقی نہی رہی۔ صرف کثیف ظلمت ہے جو اس کے جسم کو سنبھالے ہوئے ہے اسی لیے ایسے انسان کو مردہ جسم سے تشبیہ دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

مَثَلُ الَّذِی یَذْکُرُ رَبَّهُ وَالَّذِی لَا یَذْکُرُ رَبَّهُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ (۱)

"اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے اور نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے۔"

قرآن مجید کو ترتیب سے پڑھتے جائیں تو سورۃ البقرۃ آیت نمبر (۲۵۱) میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَاذْکُرُونِیْ أَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوا لِیْ وَلَا تَکْفُرُون (۲)

"پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔"

حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یَقُولُ اللّٰہُ تَعَالَى أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِی بِی وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَکَرَنِی فَإِنْ ذَکَرَنِی فِی نَفْسِهِ ذَکَرْتُهُ فِی نَفْسِی وَإِنْ ذَکَرَنِی فِی مَلَإٍ ذَکَرْتُهُ فِی مَلَإٍ خَیْرٍ مِنْهُمْ وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَیَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ إِلَیْهِ ذِرَاعًا وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَیْهِ بَاعًا وَإِنْ أَتَانِی یَمْشِی أَتَیْتُهُ هَرْوَلَةً (۳)

"اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق سلوک کرتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ مجھے دل میں یاد کرے تو میں اسے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر لوگوں میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اسے یاد کرتا ہوں اور اگر وہ ایک بالشت میرے نزدیک ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے نزدیک ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے نزدیک ہوتا ہے تو میں دونوں بازو پھیلائے اس کے نزدیک ہوتا ہوں اور اگر وہ چلتا ہوا میرے قریب آتا ہے تو میں دوڑتا ہوا اس کی طرف جاتا ہو۔"

اسی حدیث کو تفسیر فہم القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں ذکر کیا گیا ہے[۴] جبکہ تفسیر مظہری میں بھی اسی حدیث کو ذکر کیا گیا ہے۔[۵]

کیلانی صاحب لکھتے ہیں ": اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ صرف وہ نعمت ہی بحال نہیں کرتے بلکہ مزید بھی عطا فرماتے ہیں اور ناشکری کرنے کی صورت میں وہ نعمت ہی نہیں چھنتی بلکہ اللہ کی طرف سے سزا بھی ملتی ہے۔"[۶]

چنانچہ باری تعالیٰ ارشاد ہے:

لَئِن شَكَرْتُمْ لأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيد[۷]

"اگر تم شکر کروگے تو میں تمہیں اور دوں گا اگر ناشکری کروگے تو سمجھ لو اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔"

اللہ رب العزت کا ذکر کرتے ہوئے اطمینان اور سکون نازل ہوتا ہے۔ ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ تَعَالَى يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَه[۸]

"جب کچھ لوگ ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں تو فرشتے ان کے گرد گھیرا ڈال لیتے ہیں اور اللہ کی رحمت ان پر سایہ فگن رہتی ہے اور ان پر سکونت اور طمانت نازل ہوتی رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر مقرب فرشتوں میں کرتے ہیں۔"

اس حدیث مبارکہ کو دیکھا جائے تو رسول مکرم ﷺ نے اس مجلس میں ذکر کرنے والے پر اللہ کریم کی رحمت کے ساتھ ساتھ سکون، اطمینان کا نازل ہونا خود اپنی زبان اطہر سے بیان فرمایا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اسلام کے احکامات بہت ہیں مجھے ایسی بات بتایئے۔ جس میں ہر وقت لگا رہوں! آپ ﷺ نے فرمایا:

لایَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ (۹)

"تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے۔"

اس طرح کی روایات قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے بھی اپنی تفسیر میں نقل کی ہے۔(۱۰)

اطمینان قلب

سکون اور راحت کا حصول انسان کی فطری خواہش ہے۔ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی اس فطری خواہش اور ضرورت کا اہتمام بھی فرما دیا کہ ادھر ادھر گھومنے کے بجائے اللہ تعالی کے بتائے ہوئے راستوں پر چلتے ہوئے سکون حاصل کرے۔ اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ:

الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَتَطْمَءِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللّٰهِ أَلاَ بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَءِنُّ الْقُلُوب۔ الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ طُوبَى لَهُمْ وَحُسْنُ مَآب (۱۱)

"جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے ان کے لیے خوشخبری ہے اور بہترین ٹھکانہ ہے۔"

مندرجہ بالا آیات اس بات کی شاہد ہیں کہ اللہ تعالی کا ذکر ذہنی و قلبی سکون کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالی کو یاد کرنے سے انسان اپنی حدود میں رہتا ہے۔ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتا ہے' اس کی تعریفات بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالی کی کبریائی اور اپنی عاجزی وناتوانی کا اظہار کرتا ہے جس کے بدلے میں اللہ تعالی کی طرف سے سکون نازل ہوتا ہے۔ مولانا عبدالرحمن کیلانیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کا ذکر دو طرح کا ہے:

۱۔ ہر وقت اللہ تعالی کو اپنے دل میں یاد رکھنا۔

۲۔ زبان سے اس کے نام کا ورد کرتے رہنا۔

اس طرح ذکر کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"ذکر کے بے شمار فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالی پر توکل پیدا ہوتا ہے۔ اور جس شخص کو صحیح معنوں میں اللہ تعالی پر توکل کی نعمت نصیب ہو گئی وہ مصائب و آلام میں کبھی نہیں گھبراتا اور نہ ہی اس کا دل لذائذِ دنیا پر ریجھتا ہے۔ وہ بہر حال اللہ تعالی پر نظر رکھتا ہے اور اسے ایسا قلبی سکون اور راحت محسوس ہوتی ہے جس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں اللہ تعالی نے اس نعمت سے نوازا ہو گا۔"(۱۲)

آیت کے آخری حصے میں ذکر کرنے والوں کے لیے جو انعام کے طور پر طوبیٰ کا ذکر آیا ہے اس کے متعلق

مولانا تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"طوبیٰ سے مراد ایسی خوشی (سکون) حاصل ہونا ہے جس سے انسان کے دل کے علاوہ اس کے دیگر حواس بھی لطف اندوز ہوتے ہوں اور جنت کی نعمتیں ایسی ہی ہوں گی۔"(۱۳)

اور مختلف مفسرین کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"طوبیٰ سے مراد جنت میں ایسا درخت ہے جس کہ سایہ میں ایک سوار سو سال بھی چلتا رہے تو اس کا سایہ ختم نہ ہوگا۔"(۱۴)

اہل عرب اور ریگستانی علاقوں کے رہنے والوں کے لیے ایسے درخت کا ہونا بہت بڑی خوشخبری ہے کیونکہ عرب کا اکثر علاقہ سنگلاخ اور ریگستانی ہے جیسے ہمارے صوبہ بلوچستان اور میاں والی کے علاقہ جات ہیں۔ گرمی کی شدت ہوتی ہے۔ گرم لوئیں چلتی ہیں اور درختوں کے سائے بہت کم پائے جاتے ہیں۔ اسی لیے ایسے لوگوں کے اطمینان اور تسلی کے لیے جنت کا جہاں ذکر آتا ہے وہاں ٹھنڈے پانی، گھنی اور ٹھنڈی چھاؤں کا بالخصوص ذکر آتا ہے جس سے رب تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری اور ذکر کرنے والے کو ذہنی سکون ملتا ہے۔ جب دنیا میں لوگ ایسے ماحول کو تصور کرتے ہوئے قرآن کریم میں ارشادات پڑھتے اور سنتے ہیں تو انہیں ذہنی تسکین نصیب ہوتی ہے۔

طوبیٰ کے مختلف معنی بیان کیے جاتے ہیں۔ ایک مفسر نے اس کے تمام تر معانی کو اس طرح بیان کیا ہے:

"خیر، حسنی، کرامت، رشک، جنت میں مخصوص مقام پر درخت وغیرہ مفہوم سب کا ایک ہی ہے یعنی جنت میں اچھا مقام اور اس کی نعمتیں اور لذتیں۔"(۱۵)

صلاح الدین یوسفؒ (أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوب) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"اللہ تعالی کے ذکر سے مراد اللہ کی توحید کا بیان ہے۔ جس سے مشرکوں کے دلوں میں انقباض پیدا ہو جاتا ہے۔ یا اس کی عبادت، تلاوت قرآن، نوافل اور دعا و مناجات ہیں۔ جو اہل ایمان کے دلوں کی خوراک ہے یا اس کے احکام و فرامین کی بجا آوری ہے جس کے بغیر اہل ایمان و تقوی بے قرار رہتے ہیں۔"(۱۶)

صلاح الدینؒ صاحب کی مختصر تفسیر نے تو کمال ہی کر دیا کہ ذکر، عبادات، فرماں برداری اہل ایمان کے دلوں کی خوراک ہے' خوراک ملتی ہے تو آدمی خوشحال ہے اور نہ ملے تو بے چینی شروع ہو جاتی ہے۔ اور بے چینی کو دور کرنے کے لیے اس کی عبادت وریاضت اور ذکر میں مصروف رہنے سے اطمینان و سکون کا مہیا ہونا لازمی امر ہے۔

شیخ اصلاحیؒ (فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ) تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا، کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اللہ تعالی اور امت کے درمیان ایک عظیم معاہدہ ہے کہ خدا کو یاد رکھنے سے مقصود ان تمام ذمہ داریوں اور فرائض کو یاد رکھنا اور ان کی بجا آوری ہے جو اس وقت اس کے سپرد کیے جا رہے ہیں۔ ان ذمہ داریوں

اور فرائض کی بجا آوری کے جواب میں یہ وعدہ ہے (جو ذمہ داریاں پوری کرنے والوں کے لیے ذہنی سکون و اطمینان کا ذریعہ ہے) کہ میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ یعنی دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی نصرت، فتح، اور سرخروی کے وعدے جو میں نے کیے ہیں وہ پورے کروں گا۔"[۱۷]

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے متعلق صاحب تفسیر مظہری ذکر کرتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے (فَاذْكُرُونِيْٓ أَذْكُرْكُمْ) کے بارے میں فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندو! تم مجھ کو یاد کرو یعنی میری عبادت کرو میں تم کو مغفرت سے یاد رکھوں گا۔ میں تمھارے گناہوں سے در گزر کروں گا۔"[۱۸]

اللہ تعالی کو یاد کرنے سے شیطان دور بھاگتا ہے۔ اس سے متعلق بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

"ہر آدمی کے دل میں دو کوٹھڑیاں ہیں، ایک میں فرشتہ رہتا ہے اور دوسری میں شیطان، جب آدمی اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان ہٹ جاتا ہے۔ جب ذکر اللہ سے غافل ہو جاتا ہے تو شیطان اپنی چونچ اس کے قلب پہ رکھتا ہے اور بہکاتا ہے۔"[۱۹] اسی طرح کی روایت فہم القرآن میں بھی مذکور ہے۔"[۲۰]

سیدنا ابو ھریرہؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سَبَقَ الْمُفَرِّدُونَ، سَبَقَ الْمُفَرِّدُونَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا الْمُفَرِّدُونَ؟، قَالَ: الذَّاكِرُونَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَات[۲۱]

"مفردین سبقت لے گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مفردین کون ہیں؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں۔"

درجہ بالا احادیث ذکر کرنے کے بعد قاضی ثناء اللہ پانی پتی رقم طراز ہیں:

"ذکر کی حقیقت غفلت کو دفع کرنا ہے کیونکہ غفلت ہی سبب قساوت (دل کی سختی) ہے۔ اور جس عمل مشروع سے چاہے وہ فعل ہو، قول ہو یا تفکر، اللہ تعالی کی رضامندی، اخلاص اور حضور قلب سے طلب کی جائے ہی ذکر ہے اور اگر بلا اخلاص ہو تو شرک ہے۔ اور جو غفلت سے ہو وہ لغو غیر معتبر ہے۔"[۲۲]

مزید لکھتے ہیں:

"جو تم ہمارے رسول ﷺ سے سیکھتے ہو طریقہ ذکر ہے، اس لیے کہ بہت سے لوگ اسی میں بھولا (بھول جاتے ہیں) کرتے ہیں۔ پس تم اسی طریقہ معلومہ سے میری یاد کیا کرو۔ میں اس کے عوض تمہیں انعام خاص سے یاد کروں گا۔ اور اس ہدایت کا احسان مان کر میرا شکریہ ادا کرو اور ناشکری مت کرو کہ اس طریقہ محمدیہ کو چھوڑ کر نئی نئی راہیں نکالنے لگو۔ اور جس طریق سے ہمارے پیغمبر ﷺ نے تم کو تعلیم نہیں

کی اس طور سے ذکر کرنے لگ جاؤ کیونکہ اسی معلم کے طریقے کو چھوڑنا بڑی بھاری ناشکری ہے۔"[۲۳]

قاضی صاحب کے نزدیک جو بھی طریقہ محمدی ﷺ ہے اور اللہ تعالی نے اپنے بندوں سے بندگی کا تقاضا کیا ہے ان کو طریقہ محمدی ﷺ اور اللہ تعالی کے دیئے ہوئے طریقہ کے مطابق ادا کرنا ہی تمام کا تمام ذکر ہے۔ اور اگر ہم عبادت اور ذکر اس طریقہ کے مطابق کریں جس طریقہ کو اللہ تعالی نے پسند فرمایا اور اللہ تعالی کے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ نے بتلایا ہے تو یقینا ہمیں خوشی، راحت، سکون اور اطمینان ملے گا۔

ذکر کا صرف یہ معنی نہیں کہ انسان زبان سے اللہ اللہ کرتا رہے اور عمل کی دنیا میں جو چاہے کرتا رہے ایسے شخص کو دنیا میں ذکر کرنے کا کچھ فائدہ ہوگا، قیامت کے دن کچھ نہیں ملے گا۔ چنانچہ مفسر قرآن میاں جمیل لکھتے ہیں کہ:

"ذکر کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ انسان شرک و بدعت سے اجتناب کرے اور اپنے آپ کو اپنے رب کے تابع کر دے ایسے شخص کو دنیا میں ذکر کے فوائد سے سرفراز کیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کے لیے رب کریم نے اجر کریم تیار کر رکھا ہے۔"[۲۴]

یہی مفسر ذکر کرنے والے کو ملنے والی خیر و برکات اور افوئد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"ذکر کرنے والے پر اللہ جل شانہ کا فضل ہوتا ہے۔ ملائکہ اس کے لیے خیر و برکت کی دعائیں کرتے ہیں۔ ذکر کرنے سے انسان شیطان کے تسلط سے نجات پاتا ہے جس کے نتیجے میں اللہ تعالی اسے ہر ظلمت سے نکال کر نور بصیرت اور نور شریعت سے ہمکنار کرتا ہے۔"[۲۵]

یقینا تفسیر کرنے والے نے اپنے قاری کو تسلی دینے کی کوشش کی ہے کہ خیر و برکت کا نازل ہونا، فرشتوں کا دعائیں کرنا، شیطان سے نجات، اندھیروں سے خروج اور بصیرت کا ملنا یہ باتیں ذہنی سکون و اطمینان کا ہی تو باعث ہیں کہ اللہ کو یاد کرنے والوں کے تصور میں جزا کے طور پر یہ انعامات ہوتے ہیں تو ان کے دلوں کو تسلی ملتی ہے۔

بقول شاعرؔ

دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے[۲۶]

تفسیر فہم القرآن کے مفسر اپنی تفسیر میں حدیث کریمہ کے حوالے سے ذکر کرنے والے کے لیے چھ فوائد ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فُضُلًا يَتَتَبَّعُونَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوا مَجْلِسًا فِيهِ ذِكْرٌ قَعَدُوا مَعَهُمْ وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِأَجْنِحَتِهِمْ حَتَّى

يَمْلَءُوا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَإِذَا تَفَرَّقُوا عَرَجُوا وَصَعِدُوا إِلَى السَّمَاءِ قَالَ فَيَسْأَلُهُمْ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ مِنْ أَيْنَ جِئْتُمْ فَيَقُولُونَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَكَ فِي الْأَرْضِ يُسَبِّحُونَكَ وَيُكَبِّرُونَكَ وَيُهَلِّلُونَكَ وَيَحْمَدُونَكَ وَيَسْأَلُونَكَ قَالَ وَمَاذَا يَسْأَلُونِي قَالُوا يَسْأَلُونَكَ جَنَّتَكَ قَالَ وَهَلْ رَأَوْا جَنَّتِي قَالُوا لَا أَيْ رَبِّ قَالَ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا جَنَّتِي قَالُوا وَيَسْتَجِيرُونَكَ قَالَ وَمِمَّ يَسْتَجِيرُونَنِي قَالُوا مِنْ نَارِكَ يَا رَبِّ قَالَ وَهَلْ رَأَوْا نَارِي قَالُوا لَا قَالَ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا نَارِي قَالُوا وَيَسْتَغْفِرُونَكَ قَالَ فَيَقُولُ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَأَعْطَيْتُهُمْ مَا سَأَلُوا وَأَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوا قَالَ فَيَقُولُونَ رَبِّ فِيهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ إِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ قَالَ فَيَقُولُ وَلَهُ غَفَرْتُ هُمْ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ (۲۷)

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالی نے فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے جو ذکر کی مجالس کے متلاشی رہتے ہیں۔ جہاں ذکر ہو رہا ہو فرشتے وہاں جمع ہو جاتے ہیں۔ اور جب ان کا ایسی مجالس کے پاس گزر ہوتا ہے تو فرشتے ایک دوسرے کے اوپر کھڑے ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ عرش تک پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ عزوجل پوچھتے ہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو حالانکہ اللہ عظیم وبرتر کو علم ہے کہ کہاں سے آئے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں۔ وہ تجھ سے تیری جنت کے طلب گار ہیں اور تیری جہنم سے پناہ مانگتے ہیں۔ اور تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی کے طلب گار ہیں۔ اللہ فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ وہ مجھ سے جنت مانگ رہے ہیں کیا انہوں نے میری جنت کو دیکھا؟ اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو ان کی کیفیت کیا ہو گی؟ اور جہنم سے پناہ مانگ رہے ہیں کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے؟ اگر وہ جہنم کو دیکھ لیں تو ان کی کیفیت کیا ہو گی؟ میں نے انہیں معاف کر دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ان میں ایک فلاں گناہ گار بھی ہے۔ جو اپنی ضرورت کے تحت آیا اور وہاں بیٹھ گیا۔ االلہ تعالی فرماتا ہے۔ اس مجلس میں بیٹھنے والے ایسے نیک بخت ہیں کہ اس کی وجہ سے اسے بھی رحمت سے محروم نہیں کیا جاتا۔"

ذکر کی فضیلت پر اس سے جامع حدیث نہ ہو گی، اس سے بڑھ کر ذہنی سکون اور تسلی والی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالی سے جو مانگیں وہ ملتا ہے۔ جس سے پناہ طلب کریں اللہ کریم اس سے پناہ دیتا ہے، گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔ اب تک پیش کردہ تفسیری نکات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ذکر کرنے والے پر اللہ تعالی کا فضل نازل ہوتا ہے، فرشتے دعائیں کرتے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالی ظلمت اور اندھیروں سے نکال کر نور ہدایت نصیب فرماتے ہیں، موت کے وقت ملائکہ اسے سلام کرتے ہیں، اللہ تعالی ذکر کرنے والے پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے، اور ذاکر کے لیے اللہ تعالیٰ نے

اجر عظیم تیار کر رکھا ہے، ذکر کرنے سے شیطان کے تسلط سے نجات ملتی ہے، خیر وبرکات نازل ہوتی ہیں، اللہ تعالی اس کا ذکر اپنے فرشتوں میں کرتے ہیں، مال خرچ کرنے کی استطاعت نہ ہو تو انفاق سے کفایت کرتا ہے، دن بھر کی تھکاوٹ دور رہتی ہے، اسی طرح بے شمار فوائد کے ساتھ واضح طور پر اللہ تعالی نے فرمادیا ہے کہ دلوں کو اطمینان وسکون صرف ذکر الٰہی سے ملتا ہے۔

دعا

دعاعبادات کا خلاصہ ہے، انسانی حاجات اور جذبات کا مرقع، بندے اور اس کے رب کے درمیان لطیف مگر مضبوط واسطہ، اللہ تعالی کے انعامات کا حصول اور نقصانات سے بچنے کا ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ ضمیر کا بوجھ ہلکا کرنے اور پریشانیوں سے چھٹکارہ اور تسکین قلب و ذہن کا بہت بڑا منبع ہے۔اس لیے دعا مکمل یکسوئی، خلوص نیت اور انتہائی توجہ، اصرار اور تکرار کے ساتھ کرنی چاہیئے ارض و سماء کے مالک کی خوشی اور اس کا حکم ہے کہ اس سے براہ راست طلب کیا جائے اور مانگا جائے۔اللہ تعالی سے نہ مانگنا تکبر اور نخوت ہے۔حدیث کریمہ میں دعا کے لیے مختصر مگر جامع الفاظ آئے ہیں۔

الدُّعَاءِ هُوَ الْعِبَادَة (۲۸)

"دعا ہی عبادت ہے۔"

اور دوسری جگہ نبی معظم ﷺ نے فرمایا:

الدُّعَاء مُخ الْعِبَادَة (۲۹)

"دعاعبادت کا مغز اور اصل جوہر ہے۔"

دعا کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوا۔

دعا بمعنی عبادت

لفظ دعا کو کئی معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔یہ لفظ بیک وقت عبادت، مدد اور التجاء و پکار کے معنی میں قرآن حکیم نے استعمال کیا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ (۳۰)

"مجھے پکارو میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔جو لوگ میری عبادت سے بے پروائی کرتے ہیں۔انہیں ذلیل و خوار کر کے جہنم میں داخل کیا جائے گا۔"

دعا بمعنی مدد طلب کرنا

دعا بمعنی مدد طلب کے لیے قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے:

وَادْعُواْ شُهَدَاء كُم مِّن دُونِ اللّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْ (۳۱)

"اللہ کے سوا اپنے پروردگار سے مدد مانگو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔"

دعا بمعنی پکار

دعا اپنے اصلی معنی التجاء و پکار کے لیے بھی کئی مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

وَلاَ تَدْعُ مِن دُونِ اللّهِ مَا لاَ يَنفَعُكَ وَلاَ يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذاً مِّنَ الظَّالِمِيْن (۳۲)

"اللہ کو چھوڑ کر کسی ایسی ہستی کو نہ پکارو۔ جو تجھے نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ ہی نقصان۔ اگر تو ایسا کرے گا تو ظالموں میں سے ہو گا۔"

دعا مانگتے ہوئے یقین اور بھروسہ اللہ تعالیٰ پر قائم ہونا چاہیئے جیسا کہ تفسیر فہم القرآن میں ہے:

"دعا مانگنے والے کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل بھروسہ اور یقین ہونا چاہیئے کہ میری دعا اللہ ضرور قبول فرمائے گا۔ کیونکہ آدمی جس طرح اللہ کے بارے میں گمان کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اسی طرح کا سلوک فرمائے گا۔ لہٰذا دعا کرتے ہوئے یقین محکم ہونا چاہیئے کہ میری دعا ضرور قبول ہو گی۔"(۳۳)

دعا۔ تسکین قلب کا ذریعہ اور تعلق الٰہی کو مضبوط بنانے والی

دعا انسان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا ہوا ایسا ہتھیار ہے جس سے وہ اپنے خالق و مالک کے ساتھ رابطہ مضبوط تر بناتا ہے۔ اپنی پریشانیوں اور مسائل کو اللہ کریم کے سامنے پیش کرتا ہے۔ جس سے اسے سکون ملتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُواْ لِيْ وَلْيُؤْمِنُواْ بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُون (۳۴)

"جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے پوچھیں تو انہیں بتادیں کہ میں بہت قریب ہوں۔ ہر پکارنے والے کی پکار جب وہ مجھے پکارے میں قبول کرتا ہوں۔ اس لیے لوگوں کو بھی چاہیئے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پا جائیں۔"

اس آیت کریمہ کے سیاق پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان گناہ اور خطائیں کرنے کی وجہ سے اور رب

تعالیٰ کے عرش پر متمکن ہونے کے عقیدہ سے یہ بات تصور کرتا رہا ہے کہ میں فرش پر اور اللہ تعالیٰ عرش پر ہے۔ میری دادرسی وہاں تک کیسے ممکن ہے؟لہٰذا مجھے ایسے وسائل اور اسباب بروئے کار لانے چاہیئے کہ میری آواز اس کائنات کے رب تک پہنچ سکے۔ غالباًیہی سوال صحابہ کرامؓ کے ذہنوں میں آیاتو اس فکری الجھاؤ کو دور کرنے کے لیے انہوں نے سرور کائنات ﷺ سے سوال کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ان سے کس قدر دور ہیں اور ان کی آواز کس قدر ہونی چاہیئے کہ وہ اللہ کریم تک پہنچ جائے۔ ایک مفسر لکھتے ہیں کہ:

"اے نبی ﷺ آپ ان کو اطمینان اور یقین (تسلی) دلائیں کہ میں قدرت وسطوت اور اپنے فضل وکرم کے لحاظ سے ہر وقت ان کے ساتھ ہی ہوا کرتا ہوں۔ میری رفاقت اس قدر پکی اور ان کے قریب ہے کہ میں انسان کی شہ رگ سے بھی قریب تر ہوں۔"(۳۵)

یعنی یہ تسلی اور اطمینان ہے کہ اللہ بندہ مومن کے ساتھ ہی ہے جب بھی اسے پکارا جائے وہ سنتا اور قبول کرتا ہے۔ باقی رہا دعا تو دعا کا فائدہ ضرور ملتا ہے۔ جیسے تفسیر تیسیر القرآن میں ہے کہ:

"دعا کا فائدہ ضرور ہو گا، اس کے نامہ اعمال میں دعا مانگنے کی نیکی لکھی جائے گی اور اس کا اجر اسے آخرت میں مل جائے گا یا اس پر آنے والی کوئی مصیبت اٹھالی جائے گی۔"(۳۶)

گویا دعا مانگنے سے انسان ذہنی طور پر مطمئن اور پر سکون ہو جاتا ہے کہ اس کے کھاتے میں نیکی لکھی جائے گی، آخرت میں اجر ملے گا، کوئی نہ کوئی مصیبت ٹال دی جائیگی۔ دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا انسان کی عزت وشرف اور غیرت وہمیت کا تحفظ ہے۔ اور انسان کے اللہ تعالیٰ کے حضور اٹھے ہوئے ہاتھ اس کی بارگاہ سے بھرے ہوئے واپس آتے ہیں۔ تفسیر فہم القرآن کے مطابق:

"بارگاہ ایزدی میں ہاتھ اٹھانے کا حکم ہی نہیں یہ تو انسانیت کا شرف ہونے کے ساتھ دعا کے آداب میں سے ہے۔ رسول اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے جب دعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاتا ہے تو اللہ بندے کے ہاتھ خالی لوٹاتے ہوئے حیا محسوس کرتے ہیں۔"(۳۷۔۳۶)

آنحضرت ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ:

إِنَّ رَبَّكُمْ تَبَارَكَ وَتَعَالَى حَيِيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا (۳۸)

رسول اکرم نے فرمایا:"تمہارا رب نہایت ہی مہربان اور بڑا ہی حیاوالا ہے۔ بندہ جب اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاتا ہے تو خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے اسے (اللہ کو) شرم آتی ہے۔"

تفسیر فہم القرآن کے مطابق :

"جب بندہ عاجزی وانکساری کا لباس پہن کر پریشانیوں کے ہجوم، مسائل کے گرداب اور مسائل کے بھنور

میں پھنسے ہوئے اپنے رب کے سامنے ہاتھ پھیلا کر التجا کرے کہ اے اللہ! میں نے گلشن حیات کو اپنی خطاؤں اور گناہوں سے برباد کر لیا ہے۔ میری وادی حیات کو تیرے علاوہ کوئی سیراب نہیں کر سکتا۔ مجھے تیرے ہی در کی امید اور تیری ہی رحمتوں کا سہارا ہے۔ تو یہ کہتے ہوئے بندہ کا دل موم اور آنکھیں پرنم ہو جاتی ہیں تو اسی لمحے رحمت خداوندی اس کی روح کو تھپکیاں اور دل کو تسلیاں دیتی ہوئے ان الفاظ میں انہیں حیات نو کی امید دلا رہی ہوتی ہے۔"(۳۹)

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيْعاً إِنَّهُ ہُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (۴۰)

"اے نبی! کہہ دو میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کرنے والا اور غفور رحیم ہے۔"

اللہ تعالی دعا قبول فرماتا ہے جیسا کہ تفسیر دروس القرآن میں ہے کہ اگر آدمی دعا کے آدب و شرائط کو ملحوظ رکھے تو اس کی کوئی بھی دعا رد نہیں ہوتی بلکہ ہر نیک دعا قبول ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہوئے صاحب دروس القرآن لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بھی کوئی مسلمان دعا کرتا ہے جس میں نافرنانی و قطع رحمی (رشتہ داری توڑنا) نہ ہو تو اللہ تعالی اسے تین چیزوں میں سے ایک چیز عطا فرماتے ہیں۔ یا تو اس کی دعا کو فورا قبول فرمالیتا ہے یا آخرت میں اس کی دعا کو اس کے لیے ذخیرہ بنا دیتا ہے، یا اس کے برابر کی کوئی مصیبت دور فرما دیتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ پھر تو ہم کثرت کے ساتھ دعائیں کریں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی رحمت اور اس کا فضل (جو کہ بندہ مومن کے لیے باعث سکون ہے) بہت زیادہ اور وسیع ہے۔" (۴۱)

دعا اللہ تعالی کے نبی ﷺ کا محبوب ترین عمل

رسول کریم ﷺ کثرت سے دعا فرمایا کرتے تھے۔ دعا کرنا آپ ﷺ کی زندگی کا محبوب ترین عمل تھا۔ سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے:

لَيسَ شَيءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللهِ سُبْحَانَهُ مِنَ الدُّعَاء (۴۲)

"اللہ تعالی کے نزدیک دعا سے معزز کوئی عمل نہیں۔"

یعنی دعا سے انسان اللہ تعالی کا محبوب بندہ بنتا ہے۔ اور جو اللہ کریم کا محبوب ہو جائے اس سے بڑھ کر کس کو سکون و اطمینان حاصل ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صاحبِ تدبر قرآن میں لکھتے ہیں:

"فانی قریب: ایک حقیقت کا اظہار ہے۔ اس لیے کہ خدا سے قرب وبعد کا انحصار بندے کے اپنے دل کی حالت پر ہے۔ اگر بندہ خدا سے غافل اور بے پرواہے تو اس سے زیادہ کوئی چیز بھی دور نہیں۔ لیکن اگر وہ خدا کی طرف متوجہ ہے کہ اس کی یاد سے اپنے دل کو معمور رکھے، اس کی نعمتوں پر شکر گزار رہے، اور اس کی آزمائشوں میں طلب صبر و استقامت کے لیے اسی کے آگے روئے اور گڑ گڑائے تو خدا سے زیادہ قریب بندے سے کوئی چیز بھی نہیں وہ اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔"(۴۳)

دعا کرنے کی تلقین

معاذ بن جبلؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

"آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بھی احتیاط اور پرہیز تقدیر سے نہیں بچا سکتی۔ لیکن دعا نازل شدہ اور آئندہ نازل ہونے والے مصائب و تکالیف سے فائدہ پہنچاتی ہے۔ پس اے بندگان خدا دعا ضرور کیا کرو۔" (۴۴)

کیونکہ دعا کرتے ہوئے انسان جب اپنے پروردگار کی عظمت و جلال، بزرگی و برتری کا خیال کرتا ہے تو بے ساختہ دل اس ذات کی جانب متوجہ ہوتا ہے جو اس کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے۔ کوئی اہم حاجت پیش آتی ہے یا کسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے تو دل فوراً رب العالمین کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ جو حاجتوں کا پورا کرنے والا اور مصائب کو دور کرنے والا قادر مطلق اور متصرف حقیقی ہے۔ پھر یہی جذبہ قلبی اس کو برانگیختہ کرتا ہے کہ موزوں و متناسب الفاظ میں اللہ کریم عظمت و جلال والے کو پکارے اور اپنی حاجات و مشکلات کو اس کی بارگاہ عالی میں پیش کرے۔ بس یہی دعا ہے جو ہر انسان کا ایک فطری جذبہ اور طبعی تقاضا ہے اور یہی عبادت و بندگی کا اصل جوہر اور مقصود حقیقی ہے۔

اللہ کریم کو یاد کرنے اور دعاوں کی حقیقت ہی یہ ہے کہ اپنے پروردگار کے سامنے اپنی عاجزی و انکساری اور اس کی عظمت و بزرگی کا احترام کیا جائے۔ جس قدر اپنے اندر خشوع و خضوع ہو گا، اس کی عظمت و بزرگی کا دھیان ہو گا، اسی قدر عبادت مکمل ہو گی جو کہ بندہ مومن کے لیے سکون و اطمینان کا ذریعہ ہو گی۔ اللہ کریم بھی فرماتے ہیں کہ سکون میرے ذکر میں ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی حدیث قدسی کے ذریعے ہمیں بتلادیا کہ اللہ تعالی کے معزز فرشتے اللہ کو یاد کرنے والوں پر تسکین طاری کرتے ہیں۔ یہ اللہ کریم کا اپنے بندوں پر اانعام ہے۔ پس بندگان الٰہی کو چاہیے کہ پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے اللہ کریم کو ہی یاد کریں اور اپنی خطاوں کو یاد کرتے ہوئے اسی سے دادرسی کریں۔ جو کچھ بھی ضرورت ہے اس کا سوال اللہ ہی سے کریں۔ یہی بات اس مقالہ کا مقصود ہے کہ تسکین قلب پانے کا ایک ہی راستہ ہے اللہ کریم کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس سے خوب مانگا جائے۔ اللہ اپنے بندوں کو کبھی مایوس نہیں کرتا۔

حوالہ جات

۱۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر اللہ تعالی، دالفکر بیروت، ح ۶۴۰۷/ فہم القرآن، میاں محمد جمیل، ناشر ابوہریرہ اکیڈمی لاہور، ج۵، ص ۲۵۲

۲۔ البقرہ ۲:۱۵۲

۳۔ البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی: ویحذرکم اللہ نفسہ، ح ۷۴۰۵

۴۔ فہم القرآن، ج ۱، ص ۲۴۶

۵۔ ثناء اللہ پانی پتیؒ، قاضی، تفسیر مظہری، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ج ۱، ص ۲۵۹

۶۔ عبد الرحمان گیلانی، مولانا، تیسیر القرآن، مکتبہ السلام لاہور، ج ۱، ص ۹۹

۷۔ سورہ ابراھیم ۷: ۱۴

۸۔ مسلم بن حجاج قشیریؒ، الجامع الصحیح المسلم، دالفکر بیروت، کتاب الذکر، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ وعلی الذکر، ح ۲۷۰۲/ دروس القرآن، محمد عظیم حاصلپوری، مکتبہ اسلامیہ کوگرانوالہ، ج ۱، ص ۲۲۵

۹۔ صحیح بخاری، ، باب فضل ذکر اللہ عزوجل، ح ۶۰۴۴/ ایضاً، ص ۲۲۶

۱۰۔ تفسیر مظہری، ج ۱، ص ۱۷۹ تا ۱۸۱

۱۱۔ الرعد ۱۳: ۲۹،۲۸

۱۲۔ تیسیر القرآن، ج ۲، ص ۴۳۷

۱۳۔ ایضاً، ص ۴۳۸

۱۴۔ ایضا

۱۵۔ القرآن الکریم ترجمتہ و معانیہ وتفسیرہ الی اللغتہ العربیۃ، صلاح الدین یوسف، شاہ فہد پرنٹنگ کمپلکس سعودی عرب، ص ۶۸۷

۱۶۔ ایضاً

۱۷۔ امین آحسن اصلاحیؒ، مولانا، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، ط ۱۹۹۷، ج ۱، ص ۳۷۷-۳۷۸

۱۸۔ تفسیر، مظہری، ج ۱، ص ۲۵۹

۱۹۔ ایضاً

۲۰۔ فہم القرآن، ج ۵، ص ۲۵۴

۲۱۔ تفسیر مظہری، ج ۱، ص ۲۵۹

۲۲۔ ایضا

۲۳۔ مولانا ثناء اللہ امر تسریؒ، تفسیر ثنائی، بلال گروپ آف انڈسٹریز لاہور، ج ۱، ص ۱۱۵

۲۴۔ فہم القرآن، ج۵، ص۲۵۴
۲۵۔ ایضا
۲۶۔ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، قومی شاعر
۲۷۔ ایضاً، صحیح مسلم، باب فضل المجالس، ح۲۶۸۹
۲۸۔ ابو دائود، سلیمان بن اشعثؒ، سنن ابو داؤد، کتاب الصلوۃ، باب الدعا، ۱۴۷۹، صحیح
۲۹۔ سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب الدعا، ح۳۳۷۱
۳۰۔ المومن ۴۰ : ۶۰
۳۱۔ البقرۃ ۲ : ۲۳
۳۲۔ یونس ۱۰ : ۱۰۶
۳۳۔ فہم القرآن، ج۱، ص۲۹۷
۳۴۔ البقرۃ ۲ : ۱۸۶
۳۵۔ فہم القرآن، ج۱، ص۲۹۷
۳۶۔ تیسیر القرآن، ج۱، ص۱۲۰
۳۷۔ فہم القرآن، ج۱، ص۲۹۶
۳۸۔ سنن ابو داؤد، کتاب الصلوۃ، باب الدعا، ج۲، ح۸۲، صحیح / دروس القرآن، ج۱، ص۲۹۱
۳۹۔ ملخص فہم القرآن، ج۱، ص۲۹۶
۴۰۔ الزمر ۳۹ : ۵۳
۴۱۔ ملخص دروس القرآن، ج۱، ص۲۹۲
۴۲۔ سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی فضل الدعاء، ح۳۳۷۰، حسن / وسنن ابن ماجہ، کتاب الدعا، باب فضل الدعاء، ح۳۸۲۹
۴۳۔ تدبر قرآن، ج۲، ص۴۵۴
۴۴۔ ابن حنبل، امام احمد، مسند احمد، کتاب مسند الانصار، باب حدیث معاذ بن جبل، ح۲۲۰۴۴